Al-Qawārīr - Vol: 03, Issue: 03,
April – June. 2022

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
Journal.al-qawarir.com

مدارس دینیہ کی ابتداء وارتقا اور فروغ اردو

The Origin and evolution of Religious Schools and the promotion of Urdu

Dr. Tariq Majeed*
Assistant Professor, Govt Islamia Graduate College Chiniot.
Dr. Fatima Jalal **
Education University Lahore (Faisalabad Campus

ABSTRACT

After Arabic , Urdu is the only language is which there are interpretations of the Holy Quran, translations of authentic Books of Hadiths and Jurisprudence, Books, Articles and essays related to Islamic law, historical stories of the rise and fall of Muslims, The Messenger of Allah , His companions and the world. The biographies and biographies of other famous and well- known personalities of Islam are available in detail and abundance. Apart from this, the growth and development of Urdu is due to the Muslims and especially the Ulama, that the mood of Urdu has also become Islamic. It was done by the hands of Sophia, that's why civilization, manners, beliefs and principles and laws were enriched in it. The excellent of the scholars of the religious schools is that they wrote in this language at that time. Like writing and compilation, while its rules and regulations had not been established and its grammar did not exist in the world. It was a very difficult task to make it a means of expressing and to transfer the problem concentrated in the advance language of Arabic and Persian to this new language. But the courage and intellectual capacity of the scholars of Madrasahs can be seen that they tried to spread Urdu in such a way that is a short period of time they enriched it with new idioms, new styles and new vocabulary. In view of the services of religious schools in the promotions of Urdu Prose.

Keywords: *Interpretations , Jurisprudence , Biographies, Personalities, Abundance, Civilization, Enriched, Regulations, Intellectual*

تمہید

"مدرسہ کا معنی مکتب، سکول کے ہیں" (۱)

"مدرسہ کا مطلب سکول، کالج، یونی ورسٹی اور اکیڈمی کے ہیں" (۲)

CC BY

"مدرسہ کا مطلب، مکتب ہے "(۳)

"مدرسہ کا معنی درس دینے کی جگہ، سکول، مکتب کے ہیں"(۴)

"مدرسہ کے معنی پڑھانے کی جگہ، سکول، مکتب"(۵)

مدارس مدرسہ کی جمع ہے۔ مدرسہ پڑھنے پڑھانے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ ایسی جگہ جہاں کوئی کام بکثرت ہوتا ہو عربی زبان میں اس کے لیے "مَفعَلَۃ" "کا وزن آتا ہے۔ جیسے " مَقبَرَۃ "، اسی وزن پر لفظ " مَدرَسَہ " جو کہ دَرَسَ، یَدرُسُ، دَرساً کا اسم ظرف ہے، مَدرَسَہ ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں قرآن اور علوم دینیہ بکثرت پڑھے، پڑھائے جاتے ہوں۔ مدرسہ کا لفظ دینی علوم کی تدریس کے ساتھ خاص ہے۔ ہمارے ہاں دینی مدارس کا مفہوم ایسی جگہ جہاں پر صرف دینی علوم پڑھائے اور سکھائے جاتے ہیں۔ بہر حال مدرسہ کا اصل مفہوم تو پڑھنے پڑھانے کی جگہ ہی ہے۔ اگر اسلامی مدارس ہوں یا دینی تو اس کا صاف مطلب ہے، ایسی جگہ جہاں اسلامی یا دینی علوم پڑھائے اور سکھائے جائیں، اگر صرف مدرسہ کا لفظ ہو تو پھر پڑھنے، سکھانے کی جگہ خواہ وہاں کوئی بھی علم پڑھایا جائے۔ میرے موضوع کا تعلق صرف دینی مدارس سے ہے۔ دینی مدارس ایک منظم ادارہ ہے، جو اپنے وقت میں جدید علوم کے مراکز بھی تھے اور مسلم ریاستوں کی تمام عملی و علمی ضروریات کو پورا کرتے تھے۔ دورِ غلامی میں وہ اسلام کی شمع کو روشن رکھنے والے مراکز تھے اور اب تک حصول آزادی کے بعد وہ اپنی خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ ایک ایسی حقیقت کے طور پر موجود ہیں۔ جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور نہ کوئی اپنی آنکھ بند کر سکتا ہے۔ مدارس اپنے طلبہ کی ابتداء سے انتہاء تک مکمل تعلیم و تربیت کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اکثر مدارس اقامتی ہوتے ہیں۔ جہاں پر کسی قسم کی فیس کا تصور نہیں ہوتا، بلکہ ان کا مقصد صرف دینی علوم کی اشاعت و تربیت ہوتی ہے۔ مختلف مکاتب فکر کے اپنے اپنے مدارس میں اور فارغ التحصیل طلبہ اسی فکر کے نمائندے ہوتے ہیں اور انہی مکاتب فکر کے علما عوام الناس کی مذہبی زندگی کے راہ نما ہوتے ہیں۔

دوسری طرف ایسے مدارس و ادارے ہیں جو جدید تعلیم دیتے ہیں اسکول، کالج، یونیورسٹیاں جو مغربی قدروں کے زیر اہتمام قائم ہوتے ہیں۔ کسی بھی نظریاتی ریاست میں تعلیمی ادارے بنیادی طور پر ایک ہی جیسے مقاصد کے حصول کے لیے سرگرم اور ایک ہی لڑی میں پروے ہونا چاہیں۔ اسلامی ریاست تو بالخصوص اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ نظام تعلیم اس کے نظریہ اسلامی کے مطابق ہو اور ملک کی ہر طرح کی متنوع ضروریات کو بہ حُسن و کمال پورا کرے۔

اس نقطہ نظر سے دینی مدارس کی کارکردگی کا جائزہ لینے سے احساس ہوتا ہے کہ یہ مدارس اپنی خامیوں بالخصوص نصاب کے ازکار رفتہ ہونے اور مسلکی اختلافات کے باوجود مسلم معاشرے کی بہت اہم ضروریات پورا کر رہے ہیں۔ مساجد کا قریہ قریہ انتظام مُلّاان ہی کے ہاتھ میں ہے۔ آئمہ کرام اور موذن حضرات ان اداروں سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ ابتدائی مرحلہ میں حفظ و تجوید القرآن کے لیے مساجد اور ملحقہ مدارس میں سہولت حاصل ہوتی ہے۔ قرآنِ مقدس کے ابتدائی کلمات کے ساتھ ہی اردو حروف تہجی کا بھی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ متعلمین اردو زبان کے واحد جمع، تذکیرو تانیث، مترادفات، متضاد الفاظ اور معانی سیکھتے رہتے ہیں۔ ان دینی مدارس میں طلباء کو دینی تعلیم کے ساتھ دنیاوی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ عام طور پر میٹرک تک تعلیم سبھی مدارسِ دینیہ میں دی جاتی ہے۔ بعض مدارس میں دینی علوم کے اختصاصی شعبے علم التفسیر، علمِ الحدیث، الفقہ اور علم الکلام بھی قائم ہیں۔ پنجاب کے چند بڑے مدارس میں ایم اے اسلامیات، عربی اور پی ایچ ڈی تک تعلیم دی جارہی ہے۔ ان تمام علوم پر مقالہ جات عموماً اردو زبان میں قلم بند ہوتے ہیں۔ اس طریقہ سے دینی علوم کے ساتھ اردو زبان و ادب کی ترویج و اشاعت میں دینی مدارس بہت اہم خدمات انجام دے رہے ہیں۔

برصغیر میں مربوط انداز میں دینی مدارس کا آغاز ۱۸۶۷ء میں دارالعلوم دیوبند کے قیام سے ہوا۔ دارالعلوم دیوبند کے قیام کے چھ ماہ بعد سہارن پورن شہر میں "مظاہر العلوم" قائم کیا گیا۔ برصغیر کے اکثر مدارس ان دو بڑے مدارس کے فضلاء کے قائم کردہ ہیں۔ ان مدارس میں طلباء کو درج ذیل سہولتیں فراہم کی گئیں۔

۱۔ قیام کی سہولت

۲۔ طعام کی سہولت

۳۔ علاج معالجہ کی سہولت

۴۔ کتب دینیہ کی فراہمی

۵۔ طلبہ کے لیے وظائف

٦۔ نادار طلبہ کے لیے لباس کی فراہمی وغیرہ

ابتداً صرف قیام و طعام اور کتب دینیہ کی سہولت میسّر تھی بعد ازاں تدریجاً ان سہولتوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ موجودہ دور میں متعدد مدارس میں عوام الناس کے فائدہ کے لیے رفاہی ڈسپنسریاں، ہسپتال قائم ہیں جہاں انھیں مفت علاج کی سہولت حاصل ہے۔ بعض مدارس میں "برن یونٹ" تک قائم ہیں۔ بعض مدارس میں فنی تعلیم کے ساتھ میٹرک تک تعلیم حاصل کرنا لازمی ہے۔ دینی مدارس کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جن ادوار اور جن علاقوں میں باضابطہ دینی مدارس قائم نہ تھے۔ وہاں دینی تعلیم کی درج ذیل صورتیں رائج تھیں۔ دینی علوم کے شائقین، علمائے کرام کی اقامت گاہوں پر جاجا کر دینی علم حاصل کرتے تھے۔ یہ سلسلہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں ہی شروع ہو گیا تھا چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

(الف) "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت عبد اللہؓ بن عباسؓ عہد نبوت میں بچپن میں تھے اس لیے انھیں حضور اکرمؐ سے براہ راست فیض یاب ہونے کا کم موقعہ ملا۔ اس محرومی کی تلافی کے لیے وہ اہل علم صحابہ کرامؓ کے دروازوں پر جا کر بیٹھ جاتے تھے۔ پاسِ ادب کے لیے دروازہ نہ کھٹکھٹاتے تھے۔ جب متعلقہ صاحب کسی ضرورت کے لیے گھر سے نکلتے تو ان سے قرآن مجید اور احادیث نبویہؐ کا علم حاصل کرتے تھے۔ وہ حضرات ناراض ہوتے کہ آپ نے دروازہ کیوں نہیں کھٹکھٹایا؟ تو فرماتے، میں طالب علم بن کر آیا تھا اور میرے لیے مناسب یہی تھا کہ آپ کے باہر نکلنے کا انتظار کرتا۔ اس طرح مسلسل علم حاصل کر کے حضرت عبد اللہؓ بن عباسؓ نے وہ کمال حاصل کیا کہ حضرت عمرؓ بن خطاب جیسے جلیل القدر خلیفہ نے انھیں اپنی مجلس شوریٰ کا رکن منتخب کیا۔ بڑی عمر کے بعض صحابہ کرامؓ نے ایک بچے کو شوریٰ کا ممبر بنانے پر اعتراض کیا تو حضرت عمرؓ نے سورۃ النصر کے متعلق ان معترض حضرات سے سوال کیا۔ وہ جواب نہ دے سکے جب کہ نوعمر حضرت عبد اللہؓ بن عباسؓ نے درست جواب دیا۔ اس طرح حضرت عمرؓ نے ان کا علمی کمال واضح فرمایا۔" (٦)

(ب) "کثیر بن قیسؒ ایک تابعی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں حضرت ابو الدرداؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک صاحب ان کے پاس آئے اور کہا کہ میں مدینہ منورہ سے آپ سے صرف ایک حدیث سننے کے لیے آیا ہوں جو کہ آپ نے نبی کریمؐ سے سنی تھی۔ حضرت ابو الدرداؓ نے پوچھا کہ کوئی تجارتی مقصد بھی تھا۔ انہوں نے کہا نہیں۔ حضرت ابو الدرداؓ نے پوچھا کوئی اور مقصد؟ انھوں نے نفی میں جواب دیا، اور کہا کہ میں نے صرف اور صرف حدیث معلوم کرنے کے لیے یہ سفر کیا ہے تب حضرت ابولدرداؓ نے انہیں حدیث سنائی کہ نبی کریمؐ نے فرمایا:۔

جو شخص کوئی راستہ علم حاصل کرنے کے لیے چلتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرمادیتے ہیں اور فرشتے اپنے پر طالب علم کی خوشنودی کے لیے بچھا دیتے ہیں اور طالب علم کے لیے آسمان وزمین کے رہنے والے استغفار کرتے ہیں، حتیٰ کہ مچھلیاں جو پانی میں رہتی ہیں وہ بھی استغفار کرتی ہیں۔ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے اور علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاءؑ علیہم الصلوٰۃ والسلام کسی کو دینار و درہم کا وارث نہیں بناتے بلکہ علم کا وارث بناتے ہیں۔ جو شخص علم حاصل کرتا ہے وہ ایک بڑی دولت کو حاصل کرتا ہے۔" (۷)

مسجد صرف عبادت گاہ ہی نہیں، اسلامی تہذیب و ثقافت کا اہم مرکز بھی ہے۔ مساجد بطور مدرسہ بھی ہر دور میں استعمال ہوتی رہی ہیں۔ مسجد کا بطور درس گاہ استعمال نبی کریمؐ نے شروع فرمایا۔ آپؐ مسجد نبوی میں صحابہ کرامؓ کو عبادات، معیشت، معاشرت، اخلاقیات اور سیاسیات کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ صرف اسی پر بس نہیں، مسجد نبوی کے ایک طرف چبوترہ تھا۔ حضور اکرمؐ وہاں پر ایسے حضرات کو ٹھہراتے تھے جو کل وقتی طالب علم تھے اور وہ دن رات حضور علیہ السلام کے قول و فعل کو دیکھتے اور اسے اپنے دل و دماغ میں جذب کرتے تھے۔ یہ اصحابہؓ آگے امت محمدیہ تک حضور علیہ السلام کی سنتوں اور احادیث مبارکہ کو پہنچاتے تھے۔ اس چبوترہ کو عربی میں صُفہ اور اسی مناسبت سے وہاں رہنے والوں کو اصحاب صفہ کہا جاتا تھا۔ اصحابِ صفہ کی تعداد مختلف اوقات میں گھٹتی بڑھتی رہتی۔ بعض اوقات ستر سے زائد صحابہ کرامؓ وہاں جمع ہو جاتے تھے۔ اصحابِ صفہ کے حوالے سے حدیث، سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں بہت سا مواد موجود ہے۔ بطور نمونہ ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں شب و روز بارگاہ نبوی میں موجود رہتا تھا، کہیں سے کھانے پینے کا سامان آگیا تو کھا پی لیا ورنہ فاقہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ کئی روز تک کھانے کو کچھ نہ ملا۔ میں بھوک سے بے تاب ہو کر راستہ میں جا بیٹھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ گزرے میں نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ وہ جواب دیتے ہوئے مجھے اپنے ساتھ لے جائیں گے اور کچھ کِھلا پلا دیں گے، انہوں نے سوال کا جواب دیا مگر ساتھ نہ لے گئے۔ شاید ان کے پاس بھی کچھ سامان نہ تھا یا انھیں خیال نہ رہا، بہر حال وہ چلے گئے۔ کچھ دیر کے بعد حضرت عمرؓ گزرے اُن سے بھی مسئلہ پوچھا انہوں نے بھی جواب دیا اور خاموشی سے گزر گئے۔ پھر کچھ دیر بعد حضور علیہ السلام تشریف لائے، اور مجھے ساتھ گھر لے گئے۔ گھر سے ایک پیالہ دودھ کا مِلا جو ہدیۃً آیا تھا۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ اصحاب صفہ کو بلالاؤ۔ میں گیا اور بُلا لایا۔ حضورؐ نے فرمایا ابو ہریرہؓ انھیں پلاؤ۔ میں ایک ایک کر کے سب کو پلاتا رہا۔ سب حضرات نے سیر ہو کر پیا مگر دودھ کی مقدار کم نہ ہوئی۔ اب حضور علیہ السلام نے پیالہ دستِ مبارک میں لے کر تبسم فرمایا اور کہا اب تو اور میں باقی ہیں میں نے عرض کیا بے شک، فرمایا لے پی۔

میں نے پیا، فرمایا اور پی۔ میں نے اور پیا۔ حتی کہ میں سیر ہو گیا اور عرض کیا کہ اب مزید نہیں پی سکتا تو آخر میں سب کا بچا ہوا دودھ حضورؐ نے خود نوش فرمایا۔(۸)

بنی امیہ کے زمانہ خلافت میں ہی مسلمانوں میں کتابیں لکھنے اور جمع کرنے کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ صرف بغداد شہر میں سیکڑوں کتب خانے تھے اور ہر کتب خانے میں ہزاروں کتب جمع تھیں۔ ہلاکو خان نے جب بغداد کو تاراج کیا تو اس وحشی جرنیل نے لاکھوں کتب دریائے دجلہ میں پھینکنے کا حکم دیا۔ جس کی وجہ سے کئی دن تک دریائے دجلہ کے پانی کا رنگ سیاہ رہا۔ اندلس میں مسلمانوں نے اسلامی حکومت قائم کی تو قُرطبہ اور غرناطہ میں کتب خانوں کا جال بچھا دیا۔ اُس دور میں عام محفلوں میں علمی بحثیں اور تبصرے اس طرح عام تھے جیسے آج کے دور میں ٹی وی ڈراموں اور فلموں پر تبصرے ہوتے ہیں۔ اُس دور کے کتب خانے فروغ علم کا بہت بڑا ذریعہ تھے۔ اُمراء بھی کتب خانوں کے قیام میں ذاتی دلچسپی لیتے تھے۔ گویا اس شعبہ کو سرکاری اور نجی دونوں شعبوں کی سرپرستی حاصل تھی۔ برصغیر پاک و ہند میں قیام پاکستان تک کتب خانوں کی روایت قائم اور برقرار رہی۔ ۱۹۷۱ء کے بعد پاکستان میں کتب خانے زوال پذیر ہونے لگے اس کی کئی وجوہات ہیں مثلاً

۱۔ سیاسی عدم استحکام

۲۔ بیوروکریسی کی کرپشن

۳۔ شرح خواندگی میں کمی

۴۔ عوام الناس کے معاشی و معاشرتی مسائل میں اضافہ

۵۔ جاگیردارانہ نظام کا ہولناک تسلّط

۶۔ الیکٹرانک میڈیا کی ترویج و غلبہ

۷۔ ہمارے نظام تعلیم کی کوتاہی جو کہ صرف کلرک ہی پیدا کر رہا ہے

گذشتہ زمانے میں صوفیاء کرام صرف صوفی اور بزرگ ہی نہیں بلکہ عالم دین بھی ہوتے تھے۔ علم مجاہدات اور تقویٰ کے حسین امتزاج سے جو روحانیت ان میں پیدا ہوتی تھی وہ دوسروں میں بھی منتقل کر دیتے تھے۔ صوفیاء کرام نے بلا مبالغہ سیکڑوں نہیں، ہزاروں، لاکھوں افراد کی اصلاح کی، ان کے عقائد درست کئے، قرآن مجید پڑھایا، تفسیر وحدیث اور سنت نبویہؐ کی تعلیم سے روشناس کرایا۔ لاکھوں غیر مسلم ان تعلیمات کے نتیجہ میں مسلمان ہوئے۔ علامہ ابن جوزیؒ کی اصلاحی تقاریر سے لاکھوں کی اصلاح ہوئی۔ امام غزالیؒ، شیخ عبد القادر جیلانیؒ اور دیگر صوفیاء کرام سے بے شمار افراد نے استفادہ کیا اور روحانی پاکیزگی حاصل کی۔ برصغیر پاک وہند میں مسلمان حکمرانوں نے اشاعت اسلام کا اتنا کام نہیں کیا جتنا کہ صوفیائے کرام نے کیا۔ ان صوفیائے کرام کی خانقاہیں درحقیقت غیر اعلانیہ مدارس ہی تھے۔ جہاں پر مُدید اور عام لوگ ظاہری وباطنی فیض حاصل کرتے تھے۔ حضرت خواجہ معین الدینؒ چشتی اجمیری نے تن تنہا نوےّ ہزار سے زاید ہندووں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ صوفیائے کرام کی وسیع تر خدمات کا اندازہ اس اجمالی فہرست سے لگایا جا سکتا ہے۔

نام	سنِ وفات	علاقہ جو اُن کی جدوجہد کا مرکز بنا
شیخ محمد غوث شطاریؒ	۱۵۶۲ء	گوالیار
شاہ بدیع الدین مدارؒ	سترہویں صدی عیسوی	قنوج (لکھنو)
پیر روشن میاں بایزید انصاریؒ	۱۵۷۲ء	پشاور
شاہ نعمت اللہ قاریؒ	۱۴۳۰ء	دکن
مخدوم محمد گیلانیؒ	۱۵۱۷ء	اُچ شریفِ (بہاولپور)
شیخ عبد القادر ثانیؒ	۱۵۳۳ء	اُچ شریفِ (بہاولپور)
شیخ داؤد کرمانیؒ	۱۵۷۴ء	شیر گڑھ (ساہیوال)

شیخ ابولمعانی قادریؒ	۵۱۶۱ء	لاہور
شیخ عبدالعزیز چشتیؒ	۷۶۵۱ء	دہلی
شیخ سلیم چشتیؒ	۸۶۵۱ء	فتح پور سیکری
شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ	۷۳۵۱ء	گنگوہ(سہارن پور)
شیخ جلال الدین تھانسیریؒ	۱۸۵۱ء	تھانیسر
حضرت خواجہ باقی باللہؒ	۳۰۶۱ء	دہلی
حضرت مجدد الف ثانیؒ	۴۲۶۱ء	سرہند شریفِ
خواجہ محمد سعیدؒ	۰۷۰۱ء	سرہند شریفِ
شیخ محمد معصومؒ	۶۹۰۱ء	سرہند شریفِ
شیخ آدم بنوریؒ	۳۶۶۱ء	بنوری
شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ	۲۴۶۱ء	دہلی
شیخ حسام الدینؒ	۷۳۷ھ	پٹن
شیخ صدرالدینؒ	۷۳۷ھ	پٹن
شیخ منتخب الدین چشتیؒ	۹۰۷ھ	دولت آباد(دکن)
شیخ عین الدین بیجاپوریؒ	۵۹۷ھ	بیجاپور

سیّد حسام الدین تیغ برہنہ	۱۰۸۶ھ	گلبرگہ (دکن)
سیّد بندہ نواز گیسو درازؒ	۱۴۲۲ء	گلبرگہ (دکن)
حضرت چراغ دہلیؒ	۷۵۷ھ	دہلی
حضرت بلال شاہؒ	۱۳۲۶ء	کشمیر
سید ہمدانیؒ	۱۳۸۴ء	کافرستان
شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	۱۱۶۷ء	بغداد
حضرت علی ہجویریؒ	۱۰۷۲ء	لاہور

بزرگانِ دینی کی تعداد ہزاروں میں ہے جن کا یہاں احاطہ کرنا ایک الگ مقالہ کا متقاضی ہے یہاں صرف چند صوفیائے کرام کا ذکر کیا گیا ہے۔

مکاتیب، مکتب کی جمع ہے۔ مکتب سے مر اد وہ مدارس ہیں، جہاں بچوں کو ابتدائی تعلیم دی جاتی ہے۔ بالفاظ دیگر مکاتیب وہ مدارس ہیں جہاں قرآن مجید حفظ و ناظرہ اور ابتدائی سطح کا لکھنا پڑھنا سکھایا جائے۔ مکاتیب کی مسلسل تاریخ بیان کرنا مشکل امر ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ ابتدائی مدارس پہلی صدی ہجری میں ہی قائم ہو گئے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں مکاتیب کو رواج دیا اور پھر یہ سلسلہ چل نکلا۔ سرکاری اور نجی سطح پر بے شمار ابتدائی مدارس قائم کیے گئے۔ مسلمان جن ممالک میں گئے وہاں یہ سلسلہ قائم ہوتا گیا۔ برصغیر پاک وہند میں بھی صدیوں سے ان ابتدائی مدارس کا سلسلہ جاری ہے۔ تعلیم یافتہ خواتین بھی اپنے اپنے گھروں میں محلہ کے بچوں کو تعلیم دے کر فروغ تعلیم میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔ جب اسلام آیا تو قریش میں صرف سترہ آدمی لکھتے پڑھنے سے آشنا تھے۔ انہوں نے ایسے مکاتیب میں تعلیم پائی جہاں نوشت وخواند اور ابتدائی حساب سکھایا جاتا تھا۔ غزوہ بدر کے قیدیوں کی رہائی کے لیے ہر ایک کو دس دس آدمیوں کو لکھنا پڑھنا سکھانا فدیہ مقرر کیا گیا۔ نوشت وخواند کے لئے مخصوص مکاتیب استادوں کے مکانوں میں بھی قائم تھے۔ یہ ابتدائی مدارس مساجد میں قائم کیے جاتے تھے۔ یا ان سے ملحق کسی عمارت یا ذاتی مکانات میں تھے۔

بعد میں علاحدہ بھی مکاتیب قائم ہو گئے۔ عرب کے شہروں میں دوسری اقوام کے آ بسنے اور باہم روابط سے مقامی لوگوں کی زبان خراب ہونے لگی تھی۔ عرب کے شرفا اپنے بچوں کی زبان درست رکھنے اور صحیح زبان سکھانے کے لیے شہروں سے دور بھیج دیا کرتے تھے۔ یہ طریقہ آمد اسلام سے قبل اور بعد دونوں وقتوں میں رائج تھا۔ خود رسول اکرمؐ کو بھی بچپن میں شہر سے باہر بھیجا گیا۔ بادیہ عربی میں جنگل کو کہتے ہیں مجازاً یہاں پر دیہات مراد ہیں۔ دیہاتوں میں امام مسجد حضرات قرآن مجید حفظ و ناظرہ اور ترجمہ و تفسیر کی تعلیم دے رہے ہیں۔ آئمہ حضرات ہی وہاں پر شادی و غمی کی تقریبات میں مذہبی رسوم ادا کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ ان خدمات کے بدلہ میں آئمہ حضرات کو گاؤں والے نقد رقم، قربانی کی کھالیں، گندم، چاول اور دیگر ضروریات زندگی فراہم کرتے ہیں۔ اس طرح یہ سلسلہ صدیوں سے جاری ہے۔ مسلمانوں میں جب تک سلسلۂ خلافت قائم رہا۔ آئمہ حضرات کی ضروریات کو پورا کرنا اسلامی حکومت کی ذمہ داری رہا جب خلافت ختم ہو گئی تو مسلمانوں نے اپنی دینی روایات برقرار رکھنے کے لیے آئمہ حضرات کی کفالت اپنے ذمہ لے لی۔

علماء نے ہر شہر میں مسجدوں کے علاوہ دوسری جگہوں پر بھی اپنے حلقے اور مجالس قائم کر رکھی تھیں۔ اولین علمی مجالس تو رسول اکرمؐ اور خلفائے راشدین کی تھیں جہاں ہر شخص کو بلا روک ٹوک آنے کی اجازت تھی۔ بعد میں قائم ہونے والی مجلسوں میں صرف مخصوص طبقے کے لوگوں کو شریک ہونے کی اجازت ملتی تھی۔ ایسی مجالس نے ہر زمانے میں تعلیم و تہذیب کی نمایاں خدمات انجام دیں۔ اموی اور عباسی خلفاء کے عہد میں باقاعدہ ادبی نشستیں ہوتی تھیں۔ علمائے کرام کا پہلی صدی ہجری سے ہی یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ علم کے فروغ کے لیے مجالس منعقد کرتے تھے۔ ایک ایک عالم کے حلقۂ درس میں ہزاروں لوگ شریک ہوتے تھے۔ آج کی اس مادہ پرستی کے زمانہ میں بعض لوگ ان واقعات کو درست نہیں مانتے۔ لیکن ان کے درست نہ ماننے سے اصل واقعات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح آج انگریزی اور دیگر جدید علوم سیکھنے کا چلن ہے، اس سے کہیں زیادہ قرونِ اُولیٰ میں قرآن مجید اور حدیث کو پڑھنے اور سمجھنے کا جنون تھا۔ ایک ایک حدیث سیکھنے کے لیے ہزاروں میل کا سفر کرنا معمولی بات تھی۔ عوام و خواص سب علمائے کرام کے بے حد قدر دان تھے اور ان پر جان نچھاور کرتے تھے۔ بادشاہوں اور امراء کے محلات میں شہزادوں اور امیر زادوں کی تعلیم کے لیے علاحدہ اور اعلیٰ درجہ کے انتظامات ہوتے تھے۔ ان کے لیے قابل ترین اتالیق مقرر کیے جاتے تھے۔ کیونکہ وہ بچوں کی ذہنی و اخلاقی صفات کی نشو و نما کرتے اور انھیں ادب سکھاتے تھے۔ ان کا نصابِ تعلیم بھی عام تعلیم اداروں سے مختلف ہوتا تھا۔ اتالیق کی رہائش، ساز و سامان و طعام بادشاہ و خلیفہ کے ذمہ ہوتا تھا۔ گذشتہ ادوار میں امراء و سلاطین دینی ذوق کے حامل تھے۔ ہماری اسلامی تاریخ میں بیسیوں ایسے بادشاہ اور وزراء گزرے ہیں جو

کہ مکمل دینی علوم رکھتے تھے۔ ان امراء و وزراء نے اپنے اپنے محلات کے کچھ حصے دینی تعلیم کے فروغ کے لیے وقف کر رکھے تھے۔ بڑے بڑے نامور علماء ان محلات میں جاکر امراء کی اولاد کو قرآن و حدیث کی تعلیم دیتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "انما بعثت معلّماً" میں استاد بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ آپ ؐ کی طرف جو آسمانی تعلیمات بھیجی گئیں ان کا پہلا لفظ بھی "اِقرَاَ" ہے۔ (۹) یعنی آپ پڑھیے۔ عہد نبوی ؐ میں فروغ تعلیم کے لیے درج ذیل دینی مدارس قائم کیے گئے۔ صحابی رسولؐ حضرت ارقمؓ کے گھر کو پہلا اسلامی مدرسہ کہا جا سکتا ہے۔ اس درسگاہ میں آنحضور علیہ السلام صحابہ کرامؓ کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے۔ مسجد نبوی میں ایک چبوترہ تھا جہاں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ہمہ وقت رہتی تھی۔ اس درسگاہ سے قرآن مجید کے الفاظ و معانی سیکھنے والے حضرات، فروغ تعلیم کے لیے مختلف عرب قبائل میں بھیجے جاتے تھے۔ اصحابِ صفہ نے عرب معاشرہ کو دینی علوم کی تعلیم دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان حضرات کے خورد و نوش کا کوئی مستقل انتظام نہ تھا اگر کہیں سے صدقہ یا عطیہ کے طور پر کچھ آ گیا تو ٹھیک ورنہ فاقہ میں مست رہتے تھے۔ دینی مدارس، درسگاہ صفہ کی ایک شاخ ہیں، جو کہ ہر قسم کی قربانی دے کر دینی علوم و روایات کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ نبی کریمؐ کو جہالت کی تاریکیاں دور کرنے سے جو دلچسپی تھی اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ غزوہ بدر کے موقعہ پر جو کافر قید ہو کر مدینہ منورہ آئے، حضور علیہ السلام نے ان میں سے پڑھے لکھے قیدیوں کے لیے یہ شرط رکھی کہ ہر قیدی دس دس مسلمان بچوں کو تعلیم دے تو وہ آزاد ہے۔ چناں چہ وہ قیدی اس شرط کی تکمیل پر آزاد ہو گئے۔

حضرات خلفائے راشدینؓ کے دور میں مدینہ منورہ اسلامی علوم اور تہذیب و ثقافت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد یہاں پر مقیم تھی۔ اطراف و جوانب سے لوگ یہاں آکر دینی علوم حاصل کرتے تھے۔ امام مالکؒ، امام باقرؒ، امام جعفر صادقؒ وغیرہ نے ساری زندگی مدینہ منورہ میں مقیم رہ کر فروغ علم میں اپنا اپنا کردار ادا کرتے رہے۔ مدینہ منورہ کی مساجد میں تعلیمی حلقے جاری رہتے۔ بالغوں کے لیے ان حلقوں کی تعداد دس ہزار سے متجاوز تھی۔ صحابہ کرامؓ سے تابعین نے اور تابعین سے تبع تابعین نے علوم دینیہ حاصل کیے اور ان علوم سے تمام دنیا کو منور کیا۔ صحابہ کرامؓ کے دور میں فسطاط، شام، کوفہ، دمشق، بصرہ، مصر، عراق وغیرہ دینی علوم و فنون کے اہم مراکز تھے۔ جہاد کے سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد نے ان علاقوں کا رُخ کیا اور فتوحات کے بعد انہی علاقوں میں پڑاؤ ڈالا اور دینی علوم کی ترویج و اشاعت کا مرکز و منبع بنے رہے۔ مشہور مورخ یعقوبی کا دعوی ہے کہ صرف بغدا میں تیسری صدی ہجری میں تیس ہزار مساجد و مدارس تھے۔ اسی دور میں قرآن مجید پر اعراب لگائے گئے۔ علم

تجوید، تفسیر، بلاغت، بدیع اور علم بیان وغیرہ کے علوم ایجاد ہوئے۔ کوفہ میں سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت امام ابو حنیفہؒ اور ان کے تلازمہ نے فروغ علم میں مثالی کردار ادا کیا۔ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے تلازمہ نے شرعی احکام کی تدوین و ترتیب کا اہم کارنامہ انجام دیا۔

عالم اسلام میں جہاں بھی مسلمانوں کی چھوٹی سے چھوٹی آبادی ہوتی وہاں ایک مسجد ضرور ہوتی۔ مسجد نہ صرف عبادت گاہ تھی بلکہ وہ مدرسہ کے طور پر بھی استعمال ہوتی رہی۔ دنیائے اسلام میں لاکھوں کی تعداد میں مساجد قائم تھیں، جن سے علم کو فروغ ملا۔ معروف تابعی حضرت ابو عبدالرحمان اسلمیؒ نے حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود سے اکتساب علم کیا۔ آپؒ نے قرآن کریم کا درس دے کر اس کو عام کیا۔ آپ قرآن مجید کی تعلیم و تدریس کے صلے میں اجرت لینا سخت ناپسند فرماتے تھے۔ تقریبا چالیس برس تک مسجد میں درس دیتے رہے۔ اس طرح حضرت اسودؒ کوفہ کے رہائشی تھے۔ آپ مختلف مساجد میں درس قرآن وحدیث دیا کرتے۔ عہد تابعین میں تفسیر کو بہت فروغ ملا۔ تابعی مفسرین نے اپنے شاگردوں اور عجمی نو مسلموں کے وسیع حلقوں کو قرآن کریم کی تفسیر کے سلسلے میں نہ صرف مطمئن کیا بلکہ ان کی دقتوں کو بھی رفع کیا۔ جس کے ذریعے علم تفسیر کو کافی فروغ ملا۔ خلافت راشدہ میں جو علوم تدریس کے طریقے تھے ان میں وقتاً فوقتاً تبدیلی ہوتی رہی۔ جس کی وجہ سے بغداد علم کا گہوارہ بن گیا۔ قرآن کریم پر نقطے لگائے گئے۔ اور اس دور میں قرآن وحدیث اور فقہ کے علاوہ منطق وریاضی وطب اور دیگر علوم کی تدریس بھی شروع ہوگئی۔ اس دور میں فروغ علم کے لیے مفید کتب کا عربی میں ترجمہ کیا گیا۔ مختلف موضوعات پر کتب ہائے کشیدہ لکھی گئیں۔ جگہ جگہ مدارس قائم کیے گئے۔ تحقیق اور اجتہاد کے سلسلہ میں اہم کارنامے انجام دیئے گئے۔ نیشاپور اور قسطنطنیہ میں سیکڑوں مدارس ابتدائی تعلیم مفت فراہم کرتے رہے۔ جغرافیہ دانوں، مورخوں، محدثوں، مفسروں، فقیہوں، حکیموں اور طبیبوں کی بہت بڑی تعداد دارالخلافہ میں مقیم ہوئی۔ ان مسلم علماء نے تعلیم کو یورپ، افریقہ، مشرقِ وسطی اور ایشیاء تک پھیلا دیا۔ جب بھی مسلمان کوئی نیا شہر بساتے یا کسی غیر اسلامی شہر کو فتح کرتے تو سب سے پہلے مسجد ہی ان کی توجہ کا مرکز بنتی۔ تعلیم و تربیت قلم رو اسلامی میں موجود تمام مساجد میں نہیں ہوتی تھی۔ تعلیم ان مساجد میں ہوتی تھی جو مساجد مقامی حالات تہذیبی، مذہبی اور دیگر اسباب و عوامل کی بناء پر دوسری مساجد پر فوقیت رکھتی تھیں۔ بڑی بڑی مسجدیں اپنی خصوصیات اور نمایاں کارکردگی کی وجہ سے اسلام میں فروغ تعلیم کے میدان میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ یہاں ہم اختصار کے ساتھ مسجدوں "جن میں درس و تدریس ہوتی تھی" اور دینی مدارس کا مختصر اًتعارف پیش کرتے ہیں۔

بصرہ کی جامع مسجد زیاد بن ابیہ کے ہاتھوں ۴۱ ھ بری میں تعمیر ہوئی۔ حضرت معاویہؓ کی طرف سے آپ گورنر بصرہ تھے۔ زیاد نے مسجد کو چونے اور اینٹوں سے تعمیر کیا۔ معتزلہ کی تحریک نے سیاسی و فکری ارتقاء اسی مسجد سے شروع کیا۔ عربی زبان کا معروف ادیب جاحظ نے اسی مسجد میں علمی و ادبی زندگی بسر کی۔ (۱۰) مسجد اقصیٰ، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس مسجد کو تعمیر کروایا۔ آپ یہاں اپنی عبادت کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے جب اس مسجد کو دوبارہ فتح کیا تو اس کو صحیح اسلامی طرز پر درست کیا۔ اس مسجد میں سیکڑوں کی تعداد میں طلبہ تعلیم و تدریس حاصل کرتے۔ ایوبیؒ دور میں یہ مسجد ایک اسلامی یونیورسٹی کی شکل اختیار کر گئی۔ اس مسجد نے بڑے بڑے مورخ، جغرافیہ دان، مفسر، محدث اور مصلح قوم پیدا کیے۔ (۱۱) اب یہ مسجد یہودیوں کے قبضہ میں ہے اور کسی عمر فاروقؓ اور صلح الدین ایوبیؒ کی منتظر ہے۔ جامع عمرو کا سنگ بنیاد ۱۲ ھجری کو حضرت عمرو بن العاص نے رکھا۔ یہ مسجد اپنے اولین دنوں سے ہی تعلیمی مقاصد کے لیے استعمال ہونے لگی۔ اس مسجد میں دینی تعلیم و تدریس کے لیے الگ الگ گوشے موجود تھے۔ اس مسجد کا تعلیمی نصاب زیادہ تر شافعی مذہب اور عقائد اہل سنت پر مبنی رہا۔ (۱۲) کوفہ کی جامع مسجد، زیاد ابن ابیہ نے اسے ۵۰ ھ بری میں دوبارہ تعمیر کروادیا۔ اس کا سنگ بنیاد ۱۷ ھ بری میں رکھا گیا۔ حضرت علیؓ نے کوفہ شہر کو اپنا دارالخلافہ بنایا۔ اس وجہ سے یہ مسجد اپنی علمی ترقی میں بہت اہم مقام رکھتی ہے۔ جامع کوفہ عباسی دور حکومت میں اسلامی علوم و معارف کی تدریس کا بہت اہم مرکز بن گئی۔ جامع بصرہ اور جامع کوفہ کی علمی و ادبی معرکہ آرائیوں نے علوم عربی کو بہت بڑے پیمانے پر تقویت دی۔ (۱۳) جامع اموی مسجد کو ولید بن عبد المالک نے دمشق میں تعمیر کروایا۔ یہاں پر موجود بت خانے کو گرا کر یہاں مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ یہ مسجد بہت عالی شان اور دیدہ زیب تھی۔ فاطمیوں نے اس مسجد کو نقصان پہنچایا۔ یہاں پر علوم و فنون کے مختلف حلقے قائم تھے۔ یہاں پر بچوں کو لکھنا اور پڑھنا سکھایا جاتا۔ بچوں کو بار بار لکھنے کی مشق کروائی جاتی، جس وجہ سے ان بچوں میں سے بہت اہم خطاط پذیر ہوئے۔ خوش خطی کی تعلیم کو اتنی اہمیت حاصل تھی کہ اس فن کیلئے دور دراز سے ماہرین فن بلائے جاتے (۱۴)۔

جامع قرویین فاس مسجد کو ۲۴۵ ھجری میں مراکش میں تعمیر کیا گیا۔ اس مسجد میں طبعیات، طب، دین، ادب، علوم عقلی اور دیگر موضوعات پر کتب لکھی گئیں۔ اس جامع نے دعوت و تبلیغ اور علم فقہ کے فروغ و اشاعت میں نمایاں کام کیا۔ اس کے انوار مغرب سے ہوتے ہوئے اندلس اور مغربی افریقہ تک پہنچ گئے۔ یہاں پر اس علاقے کے علمائے کرام نے دینی علوم حاصل کیے اور انہی علماء کے سامنے ہزارہا طلبہ گروہ در گروہ زانوئے تلمذ تہہ کرنے کے بعد مختلف ملکوں میں پھیل گئے اور لوگوں کو دینی سمجھ بوجھ سے آگاہ کیا۔ اس جامع میں امہات الکتب مُدّون ہوئیں۔ ان کتب کو آگے نقل کیا گیا تاکہ دور دراز کے مسلمان بھی اس سے مستفید ہو سکیں۔ اس عظیم جامع نے عالموں، داعیوں اور مجاہدوں کی سرپرستی کی۔ جنھوں نے

اپنی زندگی اسلام کی سربلندی کے لئے وقف کرر کھی تھی۔(۵۱) جامع اعظم قرطبہ ہاندلس میں اموی حکومت کے بانی عبد الرحمان داخل نے ۱۷۰ھ بری میں اس جامع کی تعمیر کا آغاز کیا، بعد میں کئی امراء اور خلفاء نے اس میں اضافہ کیا۔ جامع میں ایک حرم عورتوں کی نماز وغیرہ کے لیے بنایا گیا۔ اندلس کے اُموی دور حکومت اس کا درخشاں ترین زمانہ تھا۔ یہاں کی علمی سرگرمیوں نے اتنی ترقی کی کہ قُرطبہ کی جامع اعظم کا شمار دنیا کی اہم ترین علمی مراکز میں ہونے لگا۔ قرطبہ پر جب اسپانیوں نے قبضہ کر لیا تو اس عظیم درسگاہ کو زوال شروع ہو گیا۔ حتی کہ ہسپانیوں نے اسے کلیسا میں بدل دیا۔ آج بھی یہ عظیم جامع قائم ہے اور اپنے درخشاں ماضی کی یاد دلاتی ہے۔(۶۱)

جامع الازہر، بنو فاطمہ نے جب مصر کو فتح کر کے قاہرہ کو اپنا دارالحکومت بنایا تو ان کے ایک سپہ سالار ابو تمیم نے ۹۵۳ ھجری میں اس مسجد کی بنیاد رکھی۔ یہ جامع دو سال بعد مکمل ہو گئی۔ اس جامع میں ایک مدرسہ بھی قائم کیا گیا۔ جو کچھ مدت بعد دینی اور دینوی تعلیم کا بہت بڑا مرکز بن گیا۔ یہاں دور دراز سے طلبہ علم حاصل کرنے کیلئے آتے، اس لیے اس جامع کی حیثیت ایک اقامتی درسگاہ کی بن گئی۔ شروع میں یہاں صرف دینی تعلیم دی جاتی تھی۔ بعد میں ابتدائی، ثانوی اور تخصص کی سطح تک تعلیم ہونے لگی۔ اس وقت کے حالات کے مطابق دنیوی تعلیم کو سکولوں اور کالجوں میں منتقل کر دیا گیا۔ یہاں صرف دینیات کا شعبہ رکھا گیا۔ اس جامع کی حیاتِ علمی میں کئی نشیب و فراز آئے۔ اسے شہرت اور عظمت کے ساتھ ساتھ مصائب کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ تاہم ان تمام حالات میں یہ مرکز اساتذہ اور طلبہ سے آباد رہا۔ سید جمال الدین افغانی اور ان کے شاگرد محمد عبدہ نے جامع الازہر کو سدھارنے کے کئی عملی اقدامات کیے۔ آج یہ جامع دنیائے اسلام کی بہت اہم یونیورسٹی ہے، جو اشاعت اسلام کے سلسلہ میں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا درس دے رہی ہے۔(۷۱) دارالعلوم مستنصریہ، عہد عباسی کے آخری حصہ میں قائم ہوا۔ ۵۲۶ھ بری میں دجلہ کے کنارے اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس دارالعلوم میں فروغ علم کے لیے جُداجُدا شیخ النحو، شیخ الصرف، شیخ الفرائض اور شیخ الطب وغیرہ مقرر کیے گئے۔ اسی طرح طلباء کو جدا جدا اسناد دی جاتی تھیں۔ جامعہ میں دارالاقامہ بھی تعمیر کیا گیا۔ قیام وطعام کی بلا معاوضہ سہولتوں کے علاوہ طلباء کو وظیفہ بھی دیا جاتا۔ عباسی خلیفہ م ستقربالله نے اسکی تعمیر اور دیکھ بھال میں بڑی دلچسپی سے حصہ لیا۔(۸۱) دارالعلوم ناصریہ، سلطان صلاح الدین ایوبی کے دور میں بھی چھٹی صدی میں مدارس کی تاسیس ہوئی۔ اس کے پیش نظر مصر میں مدرسہ ناصریہ کی ابتدا۶۶۵ھ میں ہوئی۔ اس دور میں فروغ علم کا باعث ایک یہ بات بھی تھی کہ خلفاء اور سلاطین نے درسگاہوں کو حکومت کا شعبہ نہیں بنایا تھا۔ بلکہ اس کی سرپرستی کی۔ اساتذہ کی ضروریات کا خیال رکھا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں سے علم اکنافِ عالم میں پھیلتا گیا۔(۹۱)

جامعہ نظامیہ بغداد، یہ دارالعلوم ۱۰۶۱ء میں دریائے دجلہ کے کنارے پایہ تکمیل کو پہنچا یہاں کے معلمین کا تقرر خود خلیفہ کرتا تھا۔ تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ عوام کی ہدایت ورہنمائی کے لیے مدرسہ کی طرف سے معلمین کی کثیر تعداد مقرر تھی۔ جامعہ نظامیہ میں ایک سے بڑھ کر ایک عالم کو مقرر کیا گیا۔ یہاں قرآن وحدیث کے علاوہ علم فلکیات، ادبیات، فلسفہ، ریاضیات، طبیعات اور ارضیات کا اہتمام کیا گیا۔ اس ادارہ نے اپنے علم کے فیض سے ایک جہاں کو روشن کیا۔ اس جامعہ میں بہت بڑی تعداد میں کمرے اور وسیع و عریض ہال قائم تھے۔ جہاں پر بیک وقت ہزاروں آدمی سما سکتے تھے۔ نظامیہ بغداد یہ میں عربی، فارسی کے علاوہ یونانی، عبرانی، سنسکرت، لاطینی زبانیں بھی پڑھائی جاتی تھیں ان علوم کے علاوہ گھڑسواری، تیر اندازی اور تیغ بازی کی مشق بھی کرائی جاتی تھی۔ الغرض اس عظیم جامعہ نے دینی علوم کے علاوہ دنیوی علوم کی بھی تعلیم و تدریس اور تربیت و ترغیب کی طرف عوام الناس کو راغب کیا۔ (۰۲) برصغیر پاک وہند میں تحریک علی گڑھ نے مسلمانوں میں جدید ترین کی کمی کو بڑی حد تک پورا کیا اور اس سے ان کو مادی فائدہ تو ضرور پہنچا لیکن دینی اور روحانی پہلو تشنہ رہ گیا، اس کمی کو دارالعلوم دیوبند نے پورا کیا جس کے بانیوں کو خیال تھا کہ مسلمانوں کے زوال کا سبب مادی لحاظ سے نہیں بلکہ اسلام سے دوری کی وجہ سے ہے " دارالعلوم دیوبند کی بنیاد مولانا شبیر احمد عثمانی کے والد مولوی فضل الرحمن اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے والد مولوی ذوالفقار علی نے صوبہ یوپی کے ضلع سہارن پور کے ایک گاؤں دیوبند کی چھتہ مسجد میں 30 مئی 1167ھ بری کو رکھی دارالعلوم دیوبند کے پہلے مہتمم حاجی عابد حسین اور پہلے صدر مدرس مولانا محمد یعقوب تھے "(۱۲) پہلے یہاں ایک چھوٹا سا مدرسہ تھا۔ اب جامعہ تہ الازہر کے بعد اسلامی دنیا کی یہ سب سے بڑی یونیورسٹی ہے۔ یہاں ہزاروں طلبا مختلف اطراف و ممالک سے آکر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہ مدرسہ علوم دینیہ اور تعلیمات اسلامیہ کے فروغ کیلئے اعلیٰ پیمانے پر سرگرم ہے۔ علوم دینیہ کے فروغ کے لیے فتاویٰ دیوبند ترتیب دیا گیا ہے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کی بنیاد سید محمد علی کانپوری نے ۱۸۹۱ء میں رکھی۔ اس دارالعلوم نے نصاب تعلیم میں تبدیلیاں اور اصلاح کی۔ دارالعلوم نے تعلیم کے فروغ کے ساتھ ساتھ طلباء میں ترقی تہذیب و اخلاق اور شائستگی اطوار جیسی خوبیاں پیدا کیں۔ یہاں پر پیشہ ورانہ تعلیم کا اہتمام کیا گیا۔ فرنگی تعلیم کے پیدا کردہ شکوک و شبہات کو دور کیا گیا۔ یہاں پر محکمہ افتاء کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔ (۲۲)

بریلی کی سرزمین پر کوئی باقاعدہ دارالعلوم نہ تھا۔ مختلف شہروں میں مختلف مدارس قائم تھے۔ مولانا احمد رضا شاہ نے منظر الاسلام کی صورت میں ایک علمی و فکری تحریک ۱۹۰۴ء میں شروع کی۔ تحریکِ دارالعلوم منظر الاسلام کی اُٹھان جذبہ غلامی رسول علیہ السلام کو اجاگر کرنے اور جدیدیت کی یلغار کے مقابلے میں دینی تعلیمات کو عام کرنے کے احساس پر تھی۔ یہ دارالعلوم تھوڑے ہی عرصہ میں ہندوستان بھر میں ایک علمی چشمہ کی حیثیت

سے سامنے آیا۔ یہ دارالعلوم کتاب و سنت کی اسلامی و ایمانی تشریحات و توضیحات سے اسلامیانِ ہند کے مشامِ ایمان کو معطر اور جان ایمان کے عشق و محبت کا متوالہ بنا رہا ہے۔ اس ادارے نے تفسیر، حدیث اور فقہ وغیرہ کو سارے عالم میں عام کیا۔ یہ صرف ایک دارالعلوم نہیں بلکہ ایک تحریک ہے، جس نے علمی و ادبی اور تصنیفی و تالیفی خدمات انجام دی ہیں۔

سر سید احمد خان نے ۱۸۷۷ء میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علی گڑھ میں قائم کیا۔ جو بعد میں مسلم یونیورسٹی کے نام سے مشہور ہوا۔ اسی زمانے میں ایک خاص نقطۂ نظر سے قرآن مجید کی تفسیر لکھی گئی۔ علی گڑھ کے قیام سے قبل مسلمان مغربی تعلیم میں بہت کم دلچسپی لیتے تھے۔ کچھ مسلمان انگریزی تعلیم کو حاصل کرنا معیوب سمجھتے تھے اور کچھ مسلمانوں نے، مسلمانوں کے الگ تعلیمی ادارے نہ ہونے کی وجہ سے مشنری تعلیمی اداروں یا ہندووں کے تعلیمی اداروں میں اپنے بچوں کو مغربی تعلیم کے لیے آمادہ کیا، اور ترقی کی نئی راہوں سے روشناس کرایا۔ اس ادارے نے اردو زبان کا بھرپور دفاع کیا۔ علی گڑھ کی کوششوں سے ہندی اُردو کی جگہ نہ لے سکی۔ اس نے مسلمانوں کو زندہ رہنے کا حوصلہ دیا۔

برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کی آمد کے ساتھ ہی دینی مدارس کا آغاز ہو گیا ۔ ۷۱۲ء میں جب محمد بن قاسم نے سندھ اور ملتان کو فتح کیا تو یہاں پر اسلامی علوم کے مراکز قائم کیے۔ ان مراکز میں نصاب تعلیم قرآن وحدیث رہے اور عربی کو خاص اہمیت تھی۔ اس عہد کے سلاطین نے دہلی، بنگال، فیروزآباد، لکھنو، بدایون، ملتان، دیبل وغیرہ میں مدارس قائم کیے۔ جنگ آزادی تک برصغیر میں بہت زیادہ تعداد میں مدارس قائم تھے۔ انگریزوں نے برصغیر پر قبضہ کرنے کے بعد برصغیر کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہزاروں مدارس کو نہ صرف بند کر دیا بلکہ بے شمار علمائے کرام کو بھی شہید کر دیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود علمائے کرام کی ذاتی کوششوں سے کئی مدارس حسبِ سابق چلتے رہے اور نئے مدارس بھی وجود میں آئے۔

قرآن و حدیث کی تعلیمات کے بغیر کسی اسلامی معاشرے کی بقاء اور اسکے قیام کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اسلامی تعلیمات پر ہی کسی اسلامی معاشرے کی بنیاد اور داغ بیل ڈالی جا سکتی ہے۔ قرآن وحدیث اسلامی تعلیمات کا منبع ہیں۔ دینی مدارس کا اصل مقصد اسلامی تعلیمات کے ماہرین، قرآن وحدیث پر گہری نگاہ رکھنے والے علماء اور علوم اسلامیہ میں دسترس رکھنے والے افراد پیدا کیے جائیں؛ جو آگے مسلمان معاشرے کا اسلام سے ناطہ جوڑنے، مسلمانوں میں اسلام کی بنیادی اور ضروری تعلیم عام کرنے اور اسلامی تہذیب و تمدن کی ابدی صداقت کو اجاگر کرنے کا فریضہ انجام دیں۔ بلاشبہ مدارس دینیہ اپنے اس بلند مقصد کے حصول میں سو فیصد نہ سہی، تاہم ایک بڑی حد تک کامیاب رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آج برصغیر پاک وہند میں اسلام کی جو روشنی نمایاں نظر آتی ہے؛ درحقیقت وہ انہی مدارس کا فیض و اثر ہے۔

قیام پاکستان کا مقصد ایک ایسے ملک کی تعمیر و تشکیل تھا، جہاں پر اسلامی نظام نافذ کیا جا سکے۔ جہاں مسلمان آزادی کے ساتھ اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گذار سکیں۔ دینی مدارس نے ہماری تاریخ میں بڑے بڑے انقلابی کارنامے انجام دیئے ہیں۔ ہماری تاریخ کے اعلیٰ و محترم نام انہی مدارس سے وابستہ رہے ہیں۔ ان لوگوں نے نہ صرف دینی اقدار کی حفاظت کی بلکہ ملّی غیرت، سیاسی آزادی اور خود کفالت کے میدانوں میں بھی انہی کی جمہور نظر آتی ہے۔ لیکن یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ ان مدارس میں نصاب تعلیم عصری مسائل، ضروریات، احتیاجات اور موجودہ دور کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے خاطر خواہ قابل نہیں ہے۔ یہاں پر ہم پنجاب کے چند مشہور مدرسین دینیہ کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ پنجاب کے چند مشہور مدارس دینیہ یہ ہیں پاکستان بننے کے بعد دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور شیعہ مسالک کے بے شمار مدارس قائم ہوئے۔ جنھوں نے اپنے اپنے اندازِ نظر اور فکر کے مطابق دین کی تبلیغ کو عام کیا۔

دیوبند مکتبہ فکر کے چند بڑے مدارس جو پنجاب میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

۱۔	جامعہ مدینہ	اوکاڑہ
۲۔	جامعہ اسلامیہ	شیخوپورہ
۳۔	تبلیغِ الاسلام	میانوالی
۴۔	جامعہ صدیقیہ تعلیم اسلام	بھکر
۵۔	تعلیم اسلام	جہلم
۶۔	جامعہ اشرفیہ	لاہور
۷۔	جامعہ اسلامیہ امدادیہ	فیصل آباد
۸۔	ریاض الاسلام	جھنگ

۹۔	مدرسہ نعمانیہ	ٹوبہ ٹیک سنگھ
۰۱۔	جامعہ خیر المدارس	ملتان
۱۱۔	جامعہ مخزن العلوم	خان پور
۲۱۔	جامعہ قاسم العلوم	ملتان
۳۱۔	جامعہ امدادیہ	چنیوٹ
۴۱۔	جامعہ عربیہ	چنیوٹ
۵۱۔	نصرۃ العلوم	گوجرانوالہ
۶۱۔	اشرف المدارس	گوجرانوالہ
۷۱۔	مظاہر العلوم	گوجرانوالہ
۸۱۔	مظاہر العلوم	رحیم یار خان
۹۱۔	مدرسہ انوریہ	رحیم یار خان
۰۲۔	جامعہ حقانیہ	ساہیوال (سرگودھا)
۱۲۔	جامعہ رشیدیہ	ساہیوال
۲۲۔	مدرسہ معمورہ	ملتان
۳۲۔	اشرف المدارس	فیصل آباد

۴۲۔	دارالعلوم	کبیر والا (خانیوال)
۵۲۔	جامعہ مدنیہ	لاہور
۶۲۔	دارالعلوم	سرگودھا
۷۲۔	مفتاح العلوم	سرگودھا
۹۲۔	جامعہ اسلامیہ	راولپنڈی
۰۳۔	جامعہ فریدیہ	اسلام آباد
۱۳۔	دارالعلوم فاروقیہ	مظفر گڑھ
۲۳۔	جامعہ تعلیم القرآن	لیہّ
۳۳۔	مدنیتہ العلوم	ڈیرہ غازی خان
۴۳۔	جامعہ فاروقیہ	شیخوپورہ

بریلوی مکتبہ فکر کے چند بڑے بڑے مدارس درج ذیل ہیں۔ جو صوبہ پنجاب میں اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

۱۔	دارالعلوم انجمن نعمانیہ	لاہور
۲۔	جامعہ نعیمیہ	لاہور
۳۔	جامعہ محمدیہ غوثیہ	راولپنڈی
۴۔	جامعہ ریاض العلوم	فیصل آباد

۵۔	جامعہ شمسیہ	چنیوٹ
۶۔	جامعہ رضویہ انوار القادریہ	میلسی
۷۔	جامعہ رضویہ	لاہور
۸۔	جامعہ نظامیہ رضویہ	لاہور
۹۔	دارالعلوم غوثیہ رضویہ	لاہور
۱۰۔	جامعہ اسلامیہ	لاہور
۱۱۔	مدرسہ دارالمبلغین	شرق پور شریف
۱۲۔	جامعہ امینیہ	فیصل آباد
۱۳۔	جامعہ رضویہ	فیصل آباد
۱۴۔	دارالعلوم غوثیہ	اوکاڑہ
۱۵۔	جامعہ غوثیہ رضویہ	قصور
۱۶۔	دارالعلوم چشتیہ نظامیہ رضویہ	حافظ آباد
۱۷۔	جامعہ فریدیہ	ساہیوال
۱۸۔	جامعہ قادریہ	سیالکوٹ
۱۹۔	دارالعلوم امینیہ	گوجرانوالہ

۰۲۔	جامعہ محمدیہ رضویہ	منڈی بہاؤالدین
۱۲۔	جامعہ رضویہ	گجرات
۲۲۔	جامعہ نوشاہیہ	جہلم
۳۲۔	جامعہ انوارالعلوم	ملتان
۴۲۔	جامعہ رضویہ	راولپنڈی
۵۲۔	جامعہ غوثیہ مہریہ	گولڑہ شریف
۶۲۔	جامعہ اسلامیہ غوثیہ	چکوال
۷۲۔	جامعہ اکبریہ	میانوالی
۸۲۔	جامع محمدی شریف	چنیوٹ
۹۲۔	مدرسہ مہریہ	لودھراں
۰۳۔	جامعہ محمدیہ غوثیہ	سرگودھا
۱۳۔	جامعہ مظہریہ امدادیہ	خوشاب
۲۳۔	دارالعلوم حنفیہ فریدیہ	راجن پور
۳۳۔	مدرسہ عربیہ نقشبندیہ	بہاولپور
۴۳۔	دارالعلوم منہاج السنہ	ڈیرہ غازی خان

۵۳۔	جامعہ اویسہ قادریہ	رحیم یار خان

اہل حدیث مکتبہ فکر کے بھی لاہور، کراچی، فیصل آباد، اسلام آباد، جہلم، پشاور اور گوجرانوالہ وغیرہ میں بڑے اور ملک بھر کے دیگر علاقوں میں چھوٹے مدارس سیکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد اہل حدیث حضرات کا سب سے بڑا مدرسہ ہے۔ جسے جمیعت اہل حدیث چلا رہی ہے۔ ملک بھر کے اہل حدیث مدارس کو یہیں سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔ وفاق المدارس السلفیہ (جو کہ اہل حدیث مدارس کا ایک بورڈ ہے) کا مرکزی دفتر بھی یہی ہے۔ جامعہ سلفیہ کی لائبریری کو فیصل آباد کی سب سے بڑی لائبریری قرار دیا جاتا ہے۔ صوبہ پنجاب میں اہل حدیث مکتبہ فکر کے چند اہم مدارس درج ذیل ہیں۔

۱۔	جامعہ سلفیہ	فیصل آباد
۲۔	جامعہ محمدیہ	گوجرانوالہ
۳۔	جامعہ تعلیم القرآن	ماموں کانجن
۴۔	جامعہ محمدیہ	اوکاڑہ
۵۔	کلیہ دارالقرآن والحدیث	فیصل آباد
۶۔	دارالعلوم تقویۃ الاسلام	لاہور
۷۔	جامعہ ابراھیمیہ	سیالکوٹ
۸۔	جامعتہ الحدیث علمیہ	لاہور
۹۔	دارالعلوم تقویۃ الاسلام	فیصل آباد
۰۱۔	جامعہ دارالحدیث رحمانیہ	شیخوپورہ

۱۱۔	دارالعلوم رحمانیہ	شیخوپورہ
۲۱۔	جامعۃ العلمیہ	سرگودھا
۳۱۔	جامعۃ الاسلامیہ	گوجرانوالہ
۴۱۔	دارالحدیث چنیانوالی	لاہور
۵۱۔	جامعۃ العلوم الاثریہ	جہلم
۶۱۔	جامعہ تعلیم الاسلام محمدیہ	شیخوپورہ
۷۱۔	جامعہ اہلحدیث	لاہور
۸۱۔	مرکز بن القاسم الاسلامی	ملتان
۹۱۔	مرکز الدراسات اسلامیہ	میاں چنوں
۰۲۔	جامعہ رحمانیہ	قلعہ دیدار سنگھ
۱۲۔	دارالعلوم جامعہ رحمانیہ	گوجرانوالہ
۲۲۔	مدرسہ عربیہ رحمانیہ	صادق آباد
۳۲۔	مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث	جھنگ
۴۲۔	مدرسہ اسلامیہ سلفیہ	گوجرانوالہ
۵۲۔	جامعہ تعلیم القرآن والحدیث	سیالکوٹ

۶۲۔	دارالعلوم سلفیہ	لاہور
۷۲۔	جامعہ محمدیہ	ڈیرہ غازی خان
۸۲۔	جامعہ اسلامیہ سلفیہ نصر العلوم	گوجرانوالہ
۹۲۔	دارالحدیث محمدیہ	ملتان
۰۳۔	دارالعلوم ربانیہ	حویلی لکھا، اوکاڑہ
۱۳۔	المعھد العالی الدعوۃ الاسلامیہ	مریدکے
۲۳۔	جامعہ اسلامیہ	صادق آباد
۳۳۔	ابوہریرہ اکیڈمی	لاہور

شیعہ مکتبہ فکر کے مدارس ملک بھر میں قائم ہیں۔ ان مدارس کو شیعہ مسلک کا ایک تعلیمی بورڈ کنٹرول کرتا ہے۔ اس کا مرکزی دفتر جامعۃ المنتظر لاہور میں ہے۔ جامعۃ المنتظر شیعہ مکتبہ فکر کا سب سے بڑا مدرسہ ہے، جو کہ علمی، فکری اور سیاسی لحاظ سے سرگرمیوں کا ایک اہم مرکز ہے۔ ملک بھر میں کافی تعداد میں شیعہ مکتبِ فکر کے مدارس قائم ہیں۔ ہم یہاں صرف پنجاب کے چند اہم مدارس کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔	مدرسہ جعفریہ	اٹک
۲۔	جامعۃ الحسین	اوکاڑہ
۳۔	جامعہ عربیہ دارالعلوم جعفریہ	بہاولپور
۴۔	جامعۃ الزہراء	بہاولنگر

۵۔	جامعہ نقویہ	بھکر
۶۔	جامعہ مہدویہ	ٹوبہ ٹیک سنگھ
۷۔	جامعہ ہاشمیہ	جہلم
۸۔	جامعتہ العباس	جھنگ
۹۔	مدرسہ کلیتہ اہل بیت	چنیوٹ
۰۱۔	جامعہ خاتم الانبیاءؐ	چکوال
۱۱۔	مدرسہ صاحب الزماں	حافظ آباد
۲۱۔	جامعتہ العباس علمدار	خانیوال
۳۱۔	مدرسہ عربیہ دارالعلوم الجعفریہ	خوشاب
۴۱۔	جامعہ الحسین	ڈیرہ غازی خان
۵۱۔	درس گاہ قمر بنی ہاشم	راجن پور
۶۱۔	مدرسہ آیت اللہ الحکیم	راولپنڈی
۷۱۔	جامعہ آلِ محمد	رحیم یار خان
۸۱۔	جامعہ رضویہ عزیز المدارس	ساہیوال
۹۱۔	دارالعلوم محمدیہ	سرگودھا

۰۲۔	جامعۃ النجف	سیالکوٹ
۱۲۔	مدرسہ المنتظر	شیخوپورہ
۲۲۔	جامعہ المعصومین	فیصل آباد
۳۲۔	تعلیمات آل محمد	قصور
۴۲۔	جامعۃ المجتبیٰ	گجرات
۵۲۔	جامعہ جعفریہ	گوجرانوالہ
۶۲۔	حوزہ علمیہ جامعۃ المنتظر	لاہور
۷۲۔	جامعہ امامیہ	لاہور
۸۲۔	جامعۃ الحسین	لودھراں
۹۲۔	جامعہ القائم	لیہّ
۰۳۔	جامعۃ الشیعہ دار التبلیغ اسلامی	مظفر گڑھ
۱۳۔	جامعہ مخزن العلوم الجعفریہ	ملتان
۲۳۔	جامعہ باقر العلوم	منڈی بہاؤالدین
۳۳۔	جامعۃ الامام الخمینی	میانوالی
۴۳۔	جامعہ امام حسین	ننکانہ

۵۳۔ جامعہ مرتضویہ وہاڑی

تمام مکتبہ ہائے فکر کے مدارس کی فہرست بہت طویل ہے۔ ان مدارس کی مکمل فہرست تیار کرنا، اور ان کی خدمات کا جائزہ لینا، ہمارے موضوع سے مختلف ہے۔ اس لیے ہم اپنے موضوع تک ہی محدود رہیں گے۔ پنجاب میں دینی تعلیمات اور اردو زبان کے فروغ میں دینی مدارس کا نہایت اہم کردار رہا ہے۔ پاکستان کے ہر چھوٹے بڑے شہر اور قصبوں میں مدارس دینیہ قائم ہیں جو اپنی مدد آپ کے تحت بچوں کو مذہبی فنی اور ادبی علوم پڑھا رہے ہیں۔ علمائے مدارس کی جماعت اردو زبان اور اردو پڑھنے لکھنے والوں کی سب سے بڑی محسن ہے یہی وہ جماعت ہے جس نے پہلے پہل اس کو بال و پر عطا کئے، تحریر و کتابت کے منصب بلند سے نوازا، اسے اظہار و تبلیغ کا ذریعہ بنایا اس میں مذہبی دینی و ادبی مسائل بیان کئے اور نئے افکار نئے لہجے اور نئے اسلوب سے روشناس کرایا علمائے مدارس کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اس وقت زبان میں تصنیف و تالیف کی بنیاد ڈالی جبکہ نہ اس کے قواعد و ضوابط مرتب ہوئے تھے اور نہ اس کی گرائمر وجود میں آئی تھی اس زمانے میں اس میں کتابیں لکھنا، اس کو مافی الضمیر کے اظہار کا ذریعہ بنانا، عربی اور فارسی کی ترقی یافتہ زبانوں میں مرقوم مسائل کو اس نوزائیدہ زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل تھا لیکن علمائے مدارس کی ہمت اور فکر استعداد ملاحظہ ہو کہ وہ اردو کی ترویج و اشاعت کیلئے اس طرح کوشاں ہوئے کہ تھوڑے ہی عرصے میں اسے نئے محاورات، نئے اسالیب اور الفاظ کے نئے ذخیرے سے مالا مال کر دیا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج دنیا کے انتہائی ترقی یافتہ زبانوں میں اس کا شمار کیا جاتا ہے یہ کروڑوں انسانوں کی زبان ہے اور ہر موضوع کا ادب اس میں منتقل ہو گیا ہے اور روز بروز ہو رہا ہے مدرسین کرام کی اردو نثر کی بعض تصنیفات میں اختلافی اور نزاعی مسائل بھی بیان ہوئے ہیں لیکن اس میں بھی اردو کی خدمت کا یہ پہلو نمایاں ہے کہ ان اختلافی اور نزاعی مسائل کا جواب بھی اردو میں ہی دیا گیا ہے اور پھر جواب الجواب کے لئے اس زبان کو منتخب کیا گیا ہے اس طرح متنازعہ مسائل کو حل کرنے کیلئے بھی اردو زبان کا سہارا لیا گیا ہے جس سے اردو زبان کو فروغ حاصل ہوا، اور زبان اردو تقریر و تحریر سے آگے بڑھ کر تحقیق و تنقید کی بلندیوں کی طرف گامزن ہوئی۔ دینی مدارس کی اہمیت ایک ناقابل تردید حقیقت کے طور پر ملک کے تعلیمی نقشے پر موجود ہے اس کی سخت جانی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو گا کہ نہ صرف پاکستان بلکہ مراکش سے انڈونیشیا تک دیگر اسلامی ممالک میں بھی استعماری طاقتوں کے صدیوں کے استیلاء کے باوجود یہ کسی نہ کسی شکل میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں انہوں نے مسلمانوں کے معاشروں کی بعض مسلمہ ضروریات کو پورا کیا ہے اور مسلمانوں کا اپنے دین سے جیسا کچھ اور جتنا کچھ رشتہ بھی آج ہے اسے قائم رکھنے میں ان تعلیمی اداروں کا حصہ ہے برصغیر پاک و ہند میں اسلامی تمدن کا سب سے بڑا مظہر اردو زبان خود ہے اسی لئے زبان کے تشکیلی عہد پر مذہبی طرز احساس کا غلبہ دکھائی دیتا ہے یہ غلبہ اس کے اسماء صفات کے

نظام اس کے رسم الخط تک پھیلا ہوا ہے اور تشکیلی دور کے بعض اہم ابواب کا مطالعہ بڑے تاریخی اور عمرانی پس منظر کی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے اردو زبان اور خصوصاً اس کے نثری اسلوب کی تشکیل میں دینی مدارس کے حلقے خصوصیت کے ساتھ سرگرم عمل رہے ہیں۔

اردو کی نشو و نما میں صوفیا و علما کی کوششوں کا بڑا دخل رہا ہے جب عربی اور فارسی وعلمی و تہذیبی اور سرکاری و درباری زبانیں تھیں، اس وقت صوفیا نے برصغیر کی عام فہم زبان ہندی کو اپنایا اور اس کے ذریعے عوام سے رابطہ رکھا۔ میٹھے بولوں سے ان کے دلوں کو لبھایا اور روح کو تڑپایا، یہاں تک کہ لوگوں کے دل بدل دیئے، رام سے رحیم کہلوایا اور لوگ دھرم سے دین کے دائرے میں داخل ہوئے۔ مدرسین کرام نے تبلیغ مذہب میں مقامی بول چال کو استعمال کیا۔ انہوں نے عام بول چال کی ہندی کو سیکھا اور یہی زبان بعد کو "اردو" کہلائی۔ مدرسین مدارس دینیہ نے اردو کے ابتدائی زمانے میں نئے اسالیب بیان کو فروغ دیا اور مختلف مقامی بولیوں کے ادغام سے اس کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کیا۔ صوفیا اور مدرسین چونکہ برصغیر کے ہر علاقے میں پھیلے ہوئے تھے اس لئے اردو زبان کے مائیہ خمیر میں ہندوستان کے ہر خطے کے الفاظ غیر محسوس انداز میں شامل ہوتے چلے گئے یہی وجہ ہے کہ اب اس زبان کا کوئی ایک مرز بوم تلاس کرنا ممکن نہیں رہا۔ اس طرح ایک مشترکہ رسم الخط وجود میں آیا تو اردو زبان نہ صرف ہندوستان کے گوشے گوشے میں سمجھی، بولی اور لکھی جانے لگی بلکہ اس کے اثرات بیرون ہندوستان بھی جا پہنچے مدرسین کرام آغاز سے ہی بچے کا ذہین اسلامی خطور پر استوار کرتے ہیں یہ ایک بنیادی ضرورت ہے دینی تعلیم کے ساتھ اخلاق و تصوف بھی پڑھائے جاتے ہیں۔ مسلمان وہ ہے جس کی ذہنیت اور جس کی فکر مسلمان ہو چکی ہو، جس کے غور و فکر کا نہج اور رخ متعین ہو چکا ہو، تشکیل ذہنیت کا معاملہ اتنا آسان نہیں ہے سادہ انداز میں خشک طریقے سے عقائد گنوا دینے سے یا مسائل بیان کر دینے سے ذہنیت تشکیل پذیر نہیں ہوتی بلکہ آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کے اردو تراجم و تفسیرات و تشریحات سے بچوں کی ذہنی تشکیل کی جاتی ہے۔ دینی مدارس میں متعلمین حضرات کو معاشرے کا ایک مفید فرد بنانے کیلئے حکمت و دانائی کے علوم کو پڑھایا، سمجھایا اور سکھلایا جاتا ہے۔ ان علوم کی زیادہ تر کتب اردو زبان میں مہیا کی جاتی ہیں جس سے ان علوم کے ساتھ ساتھ اردو زبان کو بھی اشاعت و فروغ کا موقع ملتا ہے۔ " مدارس میں تعلیم کا آغاز فارسی حصہ سے ہوتا تھا اور تعلیم کی تکمیل عربی حصہ سے ہوتی تھی۔ کوئی شخص اہل علم اس وقت تک شمار نہیں ہوتا تھا جب تک کہ اس نے عربی زبان اور دینی علوم کی تحصیل نہ کر لی ہو فارسی حصہ اور عربی حصہ یعنی دینی علوم اور دنیاوی علوم کی تحصیل سے فارغ ہو کر طالبعلم کوئی ہنر سیکھتا تھا کوئی ذریعہ معاش ڈھونڈتا تھا۔ عربی نصاب کی تحصیل کرنے والے کو عالم اور فارسی نصاب کی تحصیل کرنے والے کو فاضل کہتے تھے اور دونوں نصابوں کی تکمیل کرنے والے شخص کو عالم فاضل کہتے تھے۔"(۳۲)

جب اردو زبان تحریر و تقریر کے درجے تک پہنچی تو عربی فارسی کے ساتھ ساتھ مدارس دینیہ میں اردو زبان کو مستعمل کیا جانے لگا جیسے جیسے اردو زبان نکھرتی گئی ویسے ویسے برصغیر پاک و ہند میں اردو زبان اشاعت اور فروغ کے زینے طے کرتی گئی آج بالعموم ہندوستان اور بالخصوص پاکستان میں کوئی بھی ایسا مدرسہ نہیں ہوگا جس میں اردو زبان کو بولا سمجھا لکھا اور سننا نہ جاتا ہو۔ مدرس دینیہ میں عربی فارسی انگریزی کے ساتھ اردو زبان میں بھی علوم و فنون پڑھائے اور سیکھائے جاتے ہیں۔ تراجم، تفسیرات، تشریحات اور تقریبات وغیرہ سے نا صرف اردو زبان کی اہمیت واضح ہوتی ہے بلکہ اردو کی مسلم الثبوت حیثیت کو بھی فروغ ملتا ہے۔ اس میں دو رائے نہیں کہ اردو اور مدارس ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ اس کے زندہ اور علمی مثال مدارس کا ذریعہ تعلیم اردو ہے۔ اس طرح دینی تعلیم کی ترویج و اشاعت کے علاوہ اردو زبان کو برصغیر کے کونے کونے تک پھیلانے میں مدارس کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اگرچہ نصابی کتابیں عموماً عربی میں ہوتی ہیں لیکن مدارس میں اعلیٰ تعلیم اردو میں ہی دی جاتی ہے خواہ یہ مدارس شمال میں قائم ہوں یا جنوب میں، مشرق میں ہوں یا مغرب میں، مدرسے کے طلبہ کی راہ میں ملکی جغرافیائی، لسانی اور تہذیبی حد بندیاں رکاوٹ نہیں۔ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان کے طول و عرض میں جہاں کہیں بھی کوئی عالم ہوگا وہ اردو ضرور جانتا ہوگا۔ اگر اردو کے فروغ میں مدارس کا کردار اور خدمات پر باقاعدہ کام کیا جائے اور ان کو عنوان اور موضوع بنا کر سروے کیا جائے تو خاصے امید افزا نتائج برآمد ہوں گے۔ مدارس میں ماضی سے لیکر حال تک اردو شان سے زندہ ہے، عام طور پر مدارس میں درس و تدریس کا عمل اردو میں ہوتا ہے اگرچہ نصاب میں شامل بیشتر کتابیں عربی یا فارسی کی ہوتی ہیں لیکن درس و تدریس، سوال و جواب اور تبادلہ خیال کی زبان اردو ہے یہ تو تقریباً سب کے سب آج کی تاریخ میں تسلیم کر رہے ہیں کہ اردو زبان زندہ ہے تو مدارس کی وجہ سے، کم از کم اس سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اردو کے فروغ اور اسے زندہ رکھنے میں مدارس کا کردار دیگر اداروں سے زیادہ ہے۔ اردو اور مدارس، دونوں ایک دوسرے سے اس طرح مربوط ہو گئے ہیں کہ ذکر اردو ہو تو بات مدارس تک پہنچتی ہے مدارس کئی سطحوں پر اردو زبان و ادب کو فروغ دینے میں منہمک ہیں پہلی سطح تو یہ ہے کہ پاکستان کے بیشتر مدارس کا میڈیم اردو ہے، دوسری سطح میں وہ مجلات آتے ہیں جو مختلف شہروں، قصبات اور مضافات کے مدارس سے اردو میں شائع ہو رہے ہیں یہ بات اب سب تسلیم کرتے ہیں کہ اردو مدارس کی وجہ سے زندہ ہے۔ پاکستان میں اگر مدارس نہ ہوتے تو اردو زبان کا دائرہ نہایت سکڑا اور سمٹا ہوتا۔ یہ اہل مدارس ہی ہیں جنھوں نے اردو زبان کی لفظیات اور لغت میں اضافہ کیا اور اردو زبان کو ان علوم و فنون و موضوعات سے آشنا کیا جو یقیناً اردو کی فکری ثروت میں گراں قدر اضافے کی حیثیت رکھتے ہیں اور جس سے اردو زبان کو فکری تحرک اور توانائی حاصل ہوئی۔ مدارس نے اردو زبان کے احیا کے لئے عملی اقدامات کئے اور تدریسی میڈیم کے طور پر اردو زبان کو اختیار کیا اور اس طرح اردو زبان کی ترقی کی راہیں ہموار کیں۔ اس طرح یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اردو زبان کی اشاعت اور فروغ میں مدارس دینیہ کا کردار بہت اہم

ہے۔ "اردو زبان کی ترقی میں برصغیر کی مختلف بولیوں، زبانوں اور ثقافتوں کا اثر موجود ہے۔ لیکن بنیادی طور پر یہ زبان مسلمانوں کے فکر اور ان کی تہذیب و تمدن کی نمائندہ رہی ہے یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ اسلام کے دینی ادب اور نظریات کا اصل اظہار اردو ہی کے ذریعے ہوا ہے، عربی کے بعد ہماری دینی ادب کا سب سے بڑا خزانہ اسی زبان میں ہے۔" (۵۲)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ فیروز اللغات اردو جدید، فیروز سنز، لاہور، صفحہ 624، س۔ن

Feroz Lugaat Urdu Jadeed, Feroz Sons , Lahore, Page No 624, SN

۲۔ انگلش اردو ڈکشنری، فیروز سنز، لاہور، صفحہ 688، س۔ن

English Urdu Dictornacy Feroz Sons, Lahore,Page No.688, S.N

۳۔ فرہنگ تلفظ، مرتبہ، شان الحق حقی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، صفحہ 852، 2002ء

Farang Talafz, Muratab, Shan ul Haq Haqi, Muqtadra, Quami Zaban, Islamabad, Page No.852, 2002

۴۔ جواہر اللغات اردو، مرتبہ، بشیر احمد صدیقی، کتابستان پبلیشنگ کمپنی، لاہور، صفحہ 640، س۔ن

Johar ul Luggat, Muratab, Bashir Ahmad Siddique, Kitabistan Publishing Company, Lahore, Page No. 640, S.N.

۵۔ نسیم اللغات اردو، مرتبین، سید مرتضی حسین لکھنوی، سید قائم رضا امروہی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، صفحہ 1961، 877ء

Nasim Ul Luggat Urdu, Murtabeen, Syed Murtaza Hussain Lakhnavi, Syed Qaim Raza Amroohi, Sheikh Ghulam Ali & Sons, Lahore, Page No. 877, 1961.

۶۔ محمد یوسف کاندھلوی، مولانا، حیات صحابہؓ، ص۶۰۹، تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، ۱۴۲۷ھ جلد سوئم

Muhammad Yousaf Kandhvi, Moulana, Hayat Sibaha, Taleef Ashrafia, Multan, Page No 609, Edition No. 2

۷۔ محمد زکریا کاندھلوی، مہاجر مدنی، حکایات صحابہؓ، ص۵۹، خواجہ محمد اسلام پبلشرز، لاہور، س۔ن

Muhammad Zakria Kandhwi, Mahajar Madni, Hakyat Sibaha, Khawaja Muhammad Islam Publishers, Lahore, Page No 59, S.N

۸۔ شبلی نعمانی، سیرت النبیؐ، ص۷۶۳، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۲۰۰۲، جلد سوم

Shablee Noumani, Serat tul Nabi, Idara Islamiat, Lahore, Page No. 763, Lahore , 2002, 3rd Edition

۹۔ قرآن مجید، سورۃ العلق، آیت نمبر 1

Quran Majeed Surat ul Alaq, Ayat No.1,

۱۰۔ اسلامی جامعات (تاریخ، نظام، اثرات) مترجم، محمد ظہیر الدین، اسلامک پبلیشرز، لاہور، صفحہ 1999، 92ء

Islami Jamiaat, History, Nizam, Asrat, Mutarjam, Muhammad Zaheer u Din, Islamic Publishers, Lahore,Page 92, 1999,

۱۱۔ ایضا، صفحہ 94

Ibid Page No. 94

۱۲۔ ایضا، صفحہ 93

Ibid Page No. 93

۱۳۔ ایضا، صفحہ 93

Ibid Page No. 93

۱۴۔ ایضا، صفحہ 96

Ibid Page No. 96

۱۵۔ ایضا، صفحہ 100

Ibid Page No. 100

۱۶۔ ایضا، صفحہ 100

Ibid Page No. 100

۱۷۔ ایضا، صفحہ 112

Ibid Page No. 112

۱۸۔ ایضا، صفحہ 164

Ibid Page No. 164

۱۹۔ ایضا، صفحہ 168

Ibid Page No. 164

۲۰۔ ایضا، صفحہ 162

Ibid Page No. 162

۲۱۔ غلام رسول ماہو، مولف، جنوبی ایشیا کی مسلم تہذیب اور فکر کا مطالعہ، مکتبہ دانیال، لاہور، صفحہ 2000، 330ء

Ghulam Rasool Mahoo, Molaif,, Janoobi Aishia ki Muslim Tahzeeb aur Fikar ka Mutalia, Maktba Danial, Lahore, Page No 330, 2000.

۲۲۔ ایضا، صفحہ نمبر 324

Ibid Page No. 324

۲۳۔ مسلم سجاد، سلیم منصور خالد، مرتبین، دینی مدارس کا نظام تعلیم، انسی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد، صفحہ 1993،123ء

Muslim Sajjad, Saleem Mansoor Khalid, Murtabeen, Dani Madaris ka Nizam Taleem, Institute of Police Studies, Islamabad , Page No, 123, 1993.

۲۴۔ پاکستانی ادب 1 -، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، صفحہ 2009،246ء

Pakistani Adab-I, Allama Iqbal Open University, Islamabad , Page No 246, 2009.